کے قصے دہرانے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔؟

یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر غفلت و سرکشی کے حجاب اور بھی دبیز ہوتے چلے گئے سنگدلی و شقاوت کی گہرائیوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا، انفرادی اور اجتماعی حقوق اور مراتب پامال ہوتے رہے، مسلم عمرانی اور معاشرتی تقاضوں کو روند ڈالا گیا، ملی اور اخلاقی اقدار تہس نہس کر دی گئیں، اسلام، جمہوریت، مساوات، اخلاق و اقدار، عدل و انصاف، حقوق اور ذمہ داریوں کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ خدا طلبی کی جگہ خدا فراموشی، حیاء اور عفت کی جگہ بے حیائی اور فحاشی، ضبط و اطاعت کی جگہ انارکی، خوف آخرت کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی۔ ہوس زر کے عفریت نے حلال و حرام کی ساری حدود توڑ کر رکھ دیں۔ راعی رعیت کے حقوق سے غافل اور رعیت راعی کے آداب سے بے خبر ——

ظلم نے عدالت اور فریب و عیاری نے سیاست کا روپ دھارا۔ الغرض ملک کی حالت ایک بھٹی جیسی ہو گئی جس میں کود کر اب پوری قوم اضطراب، بدگمانی خوف و لالچ حرص و ہوس بھوک اور تنگدستی اور باہمی جنگ و جدال کی آگ میں سلگ اور سسک رہی ہے۔ آبرو تے جان و مال کا اعتماد ختم ہوا، اطمینان و عافیت کے سارے سہارے ٹوٹتے چلے گئے۔ آسائش اور خوشحالی تو بڑی بات ہے۔ ایک بڑی اکثریت کیلئے زندگی کا سدّ رمق قائم رکھنا وبال جان بن گیا اور ارشاد ربانی : فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یکسبون ـ کا بدرجۂ اتم ظہور ہو گیا۔

شیر پاؤ مرحوم کا قصاص جمہوریت کشی

صوبہ سرحد کے جواں سال، خلیق اور ملنسار وزیر خان محمد حیات خان شیر پاؤ مرحوم کی دردناک وفات پر کس سنگدل نے درد محسوس نہ کیا ہوگا۔ مرحوم کی خوبیاں اور صفات یاد رہنے کی چیزیں ہیں پھر جوانمرگی اور مظلومیت کی وفات نے تو اور بھی غم کی سنگینی بڑھا دی ہے۔ اس واقعہ ہائلہ پر حزب اقتدار کا ردّ عمل اور تاثر تو بے ہی شدید مگر حزب اختلاف نے بھی جتنا ممکن ہو سکا اس معاملہ میں اظہار تاسف سے دریغ نہیں کیا بلکہ اس معاملہ میں اپنے مخلصانہ تعاون کا یقین دلایا اور اس نے اپنا یہ مطالبہ پوری شد و مد سے دہرا دیا کہ اس معاملہ کی بے لاگ تحقیقات ہونی چاہیئے تاکہ نہ صرف اصل قاتل کیفر کردار

تک پہنچایا جا سکے بلکہ اب اس تشدد آمیز سیاست کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سدِباب ہونا چاہیئے جس کی بھینٹ اب تک بلا مبالغہ سینکڑوں جانیں چڑھ چکی ہیں۔ بلوچستان کے مولانا شمس الدین شہید سے لیکر نواب محمد احمد خان قصوری کی شہادت تک اس پُرسوز مطالبہ کا تسلسل قائم و دائم رہا کہ حکومت اپنے تمام وسائل کام میں لاکر ظلم و بربریت کے اس دیو سے قوم کو چھٹکارا دے مگر اب جبکہ وحشت اور بربریت کی یہ "کالی دیوی" جھونپڑیوں اور پہاڑوں سے نکل کر حریم اقتدار کے بلند و بالا ایوانوں پہ شبخون مارنے لگی تو لازمی تھا کہ اب تو پوری سنجیدگی اور یکجہتی کے ساتھ پوری قوم کو موافقین اور مخالفین کو اعتماد میں لیکر اس خونخوار عفریت سے جان بخشی کرائی جاتی جس نے سینکڑوں ہنستے کھیلتے گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ ظلم کا تدارک ظلم سے نہیں عدل و انصاف سے کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم بصراحت ایسے موقعہ پہ کہتا ہے کہ : ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا۔ ورنہ ایک خرابی سے ہزاروں اور خرابیاں جنم لے لیتی ہیں۔

کسی مسلمان کی شہادت کا معاملہ بہت سنگین ہے، لیکن اس کے ردعمل میں ظلم و انصاف کی حدود کا پاس نہ رکھنا ایک شہید کی مظلومیت سے ظالمانہ مذاق اور قوم کی نظروں میں اسکی سنگینی کو ہلکا کر دینا ہے۔ لیکن شیرپاؤ مرحوم کی وفات کے بعد اب تک کئی ایسے اقدامات بھی ہوئے جیسے قوم کا بڑا حصّہ شہادت کو سیاسی انتقام بنانے کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ایسے جذباتی اقدامات کم حوصلگی تو کہلا سکتے ہیں۔ مگر جانے والے مرحوم کی وفا شعاریوں کی پاسداری ہرگز نہیں۔ اصل مجرم اگر سامنے آسکے تو ہم اُسے چوک میں جلانے یا چوک یادگار میں سولی پہ لٹکا دینے سے بھی اتفاق کریں گے۔ لیکن اس واقعہ فاجعہ کے بعد حکومت نے بعض ایسے دوررس اقدامات کئے جنہیں ہم کسی طرح بھی اسلامی عدل و انصاف اور جمہوریت کی اعلیٰ قدروں پہ پورا نہیں کہہ سکتے بظاہر یہی لگتا ہے کہ ایک شہید کا قصاص کسی فرد سے نہیں ملک میں رہی سہی جمہوریت سے لیا جا رہا ہے ہمارا اشارہ ان دستوری ترامیم کیطرف ہے۔ جو مرحوم کی شہادت کے فوراً بعد ایک متفقہ آئین میں کی گئیں۔

- قانون ساز اداروں کے ارکان کو اجلاس سے کچھ پہلے یا بعد تو کیا عین اجلاس کے دوران بھی گرفتار کیا جا سکے گا۔ اور یہ ایک ایسی رعایت تھی جو ایوبی آمریت نے ارکان کو دی مگر سلطانی جمہور کی "عوامی حکومت" نے اسے بیک جنبش قلم ختم کرا دیا۔
- دوسری ترمیم کے تحت سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ میں مفید مطلب تبدیلیاں کی گئیں۔
- تیسری ترمیم کے تحت آئین کی دفعہ ۱۷ میں ایسی تبدیلی کی گئی جس کے ہوتے ہوئے جمہوریت

تو کیا آئین کے بنیادی حقوق کا برائے نام ڈھانچہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کے تحت امتناعی نظر بندی کے تحت گرفتار لوگوں کے معاملات ایک ماہ کی بجائے تین ماہ بعد جائزہ کمیٹی میں پیش ہوں گے جب کہ جائزہ اور تحقیق کے بغیر کسی شہری کی ایک دن نظر بندی بھی اسلام اور جمہوریت کی نفی ہے اب ایسے لوگ تین ماہ تک انتظامیہ کے رحم و کرم پر رہیں گے بالفاظ دیگر تریاق عراق کے پہنچنے سے پہلے دم توڑ چکے ہوں گے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جن لوگوں پہ ملک اور قوم دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا ہو وہ دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۷ کی اس رعایت سے بھی محروم ہو گئے یعنی ان کا معاملہ نظر ثانی کے لئے بھی پیش نہیں کیا جائے گا۔ اور معاملہ خود ہی قاتل خود ہی منصف والا ہو گا۔

● گرفتار شدگان کو اب بجائے ایک ہفتہ کے پندرہ دن میں وجوہات گرفتاری سے آگاہ کیا جائے گا۔

● چوتھی ترمیم آئین کی دفعہ ۲۳۲ میں کی گئی کہ اب حکومت ہنگامی حالات برقرار رکھنے میں (جس کے دوران سارے بنیادی حقوق معطل رہتے ہیں۔) اس بات کی بھی پابند نہ ہو گی کہ زیادہ سے زیادہ ہر چھ ماہ کے لئے پارلیمنٹ سے اسکی منظوری حاصل کرے بلکہ اب ہنگامی حالات اس وقت تک برقرار رہیں گے کہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اس کے خاتمہ کی قرارداد منظور نہ ہو اور ظاہر ہے کہ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔

آئین میں اتنی بنیادی ترمیمیں اپوزیشن سے مشورہ کے بغیر کی گئیں جس کا دو روز قبل معاہدہ کی رو سے اپنے آپ کو پابند بنایا گیا تھا۔ اپوزیشن کے شدید احتجاج (جو بالآخر بائیکاٹ کی شکل میں ظاہر ہوا) کے باوجود یہ کتر بیونت اس آئین میں کی گئی جو صد ہزار رکاوٹوں کے بعد ۲۵ برس گذرنے کے بعد قوم کو ملا اور جس کو متفقہ طور پر تقدس کا جامہ پہنانے کے لئے ہی آئین سازی کے وقت حزب اقتدار و حزب اختلاف میں مذاکرات اور سمجھوتوں کے صبر آزما مراحل طے ہوئے تھے اور جسے اب تک حزب اختلاف بھی کافی حد تک اسلامی اور جمہوری قرار دیتی رہی۔ اور جس سے سب لوگ اس حد تک مطمئن تھے کہ اگر کوئی مخلصانہ قیادت اس پر عمل پیرا ہونا چاہے تو یہ آئین اسلام اور جمہوریت کے لحاظ سے ملک و ملت کی تعمیر میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے اور اگر کچھ خامیاں ہیں تو باہمی اتفاق ہی سے اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مرزائیوں کے بارہ میں متفقہ طور پر ترمیم کر کے کیا گیا۔

لیکن کسی برسر اقتدار جماعت کا کسی حادثہ کے ردعمل میں جذباتی ہو کر آئین میں یکطرفہ طور پر ایسی ترامیم کرنا جس سے آئین کی اسلامی اور جمہوری حیثیت ہی ختم ہو اور جس کا مقصد جمہوری عمل کو مردہ کر